لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَّاَصِيلًا

الحمد للہ والمنۃ کہ رسالہ عجالہ مسمّٰی بہ

براھین حنفیہ

لاصلاح الوھابیہ

جسمیں ابوالحسنات مولانا محمد احمد صاحب خطیب مسجد وزیر خان لاہور نے بارہ سوالات کے مسکت جواب دیئے ہیں

معہ

اثبات فرضیت جمعہ ہند دارالاسلام

از ابوالبرکات مولانا سید احمد صاحب ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور

رسالہ ۱۹

مطبع کریمی لاہور میں باہتمام میر قدرت اللہ صاحب منیجر مطبوع گردید

ہست کلید درِ گنج حکیم
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَبِہٖ نَسْتَعِیْنُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَعْظَمِ غَوْثٍ وَّاَکْرَمِ مُعِیْنٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن

توحید

عبدالوہاب ۔ توحید میں چونکہ انوار الٰہی کی چمک شیون ذات کی دمک ہے اس وجہ سے تمام عالم میں ہر ذرہ ہر نقش ہر ہیکر پر محیط ہے ۔ ہم جہانتک غور وخوض کرتے ہیں اس سے کائنات کا کوئی ذرہ خالی نہیں جدہر نظر ڈالئے جلوہ گر ہے جس جا دیکھئے رونق افروز ۔ حتّٰی کہ

ہر گیاہے کہ از زمیں روید   وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ گوید

لیکن جب خالص توحید کی طرف التفات کیا جاتا ہے تو عام مسلمانوں کی طرف سے ایسا کریہہ خطاب ملتا ہے کہ اسکا اثر چہرہ پہ ہی ظاہر ہو جاتا ہے حتّٰی کہ ضرب المثل ہے کہ "جس چہرہ پر پھٹکار ہو سمجھ لو یہ وہابی ہے"۔

اس وجہ سے مجبوراً چپ چاپ خفیہ خفیہ اشاعت توحید کی جاتی ہے ورنہ ظاہر ہو جانے پر حق سننے کو کان نہیں رہتے ۔

مولانا ۔ توحید کے معنے کیا ہیں اور پردۂ توحید میں آپ کن امور کی اشاعت کرنا چاہتے ہیں ؟ ۔

عبدالوہاب ۔ سوائے خدا کسیکی طرف سر نہ جھکانا ۔ عالم میں کسیکو سوائے واحد قہار کے مختار نہ جاننا ۔ کسیکو مالک و متصرف نہ ماننا ۔

مولانا ۔ تو کیا آپ کے زعم میں صحابۂ کرام سے لیکر ائمۂ عظام جملہ امام سردار انام سب خلافِ توحید تعلیم دیتے آئے ہیں ۔

عبدالوہاب ۔ جی نہیں ۔ بلکہ میرا مقصد ہی یہ ہے کہ تعلیم قرآن وحدیث کی

پیروی ہو۔ اسکے خلاف جو جو اعمال ہیں وہ سب خلاف توحید ہیں۔

مولانا۔ تو وہ کیا اعمال ہیں جو صحابہ کرام ائمہ عظام تعلیم کلام تلقین احادیث سیدانام علیہ السلام کے خلاف ہیں۔ ظاہر کیجئے۔

عبدالوہاب۔ ہزاروں باتیں ہیں کیا کیا ظاہر کی جائیں۔ یہ امر مسلم ہے کہ حاضر ناظر سمیع بصیر سوائے خدا کوئی نہیں۔ اور جب نہیں تو غائبانہ ندا کر کے غیر خدا کو پکارنا شرک ہوا یا نہیں جیسے یارسول اللہ۔ یا عبدالقادر۔ یاغوث۔

دوسرے۔ قبروں پر جانا۔ اُن سے کلام کرنا۔ اُن سے مدد مانگنا۔ مرادیں طلب کرنا کیا یہ توحید کی تعلیم ہے۔

تیسرے خدا کے نام کو سنکر یونہی بیٹھے رہنا۔ اور محمد صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر انگوٹھے چومنا اور کیا کیا کہنا۔

چوتھے۔ عالم الغیب والشہادۃ وہی ایک کردگار ہے اوسکے علاوہ اوسکے برابر علم ماکان وما یکون اُسکے رسول کے لئے تسلیم کرنا۔ علاوہ اسکے اور بہت سی باتیں ہیں جو فسق فجور سے تو کسیطرح کم نہیں۔ جیسے دوہاتھ سے مصافحہ۔ کھانا سامنے رکھکر فاتحہ۔ تقلید کی قید حنفی شافعی مالکی حنبلی کونسے صحابہ اسکے پیرو تھے۔ نماز سوائے خدا کے کسیکی نہیں۔ یہ لوگ کسی نماز کو غوثیہ کہیں اور اس کو پڑھ کر عراق کیطرف گیارہ بارہ قدم رکھیں۔ یہ کونسا ایمان ہے۔

۹۔ مزارات پر روشنی کرنا جیسے ہندو مندروں میں مہادیو پر روشنی کرتے ہیں

۱۰۔ دسویں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر ناظر سمجھنا۔ انکے ذکر ولادت پر ادنکی تعظیم کرنا۔ یہ کونسے اسلام کی تعلیم ہے۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔ ان کا جواب اگر آپ نے مدلائل دیدیا تو میں سمجھ لونگا کہ تمام امور باصول ہیں۔

مولانا۔ لو سنا سب معلوم ہوتا ہے کہ اول دوئم نمبر وار کر کے آپ کے ہر سوال کا علیحدہ علیحدہ جواب دیا جائے۔ لیجئے نمبر ا کا جواب سنئے جسکا تعلق ندا یارسول اللہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ سے ہے۔

یہ امر تو ظاہر ہے کہ نماز میں قرآن کا پڑھنا فرض ہے خواہ وہ کہیں سے ہو اور اسکے لئے حکم یہی ہے کہ جو کچھ پڑھا جائے اُسکے معنے کی نیت ہو۔ جیسے سبحانک اللھم پڑھتے وقت نیت ثنا کرے۔ کلام اللہ پڑھتے وقت جیسا مضمون ہو ویسی نیت رکھے التحیات کو والطیبات تک بہ نیت حمد پڑھے۔ السّلام علیک ایھا النبی پڑھتے وقت اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو سلام بالقصد عرض کرنے کی نیت رکھے علیٰ ہذا۔ ایُّھا النبی۔ یا ایھا الرسول پڑھتے ہوئے اپنی سرکار کو ندا کرنا ملحوظ رکھے۔ جیساکہ فتاوٰی عالمگیریہ میں شرح قدوری سے منقول ہے لابُدَّ ان یقصد بالفاظ التشہد معانیھا التی وضعت لھا من عندہ کانہ یحیی اللہ تعالیٰ و یسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلی نفسہ وعلی اولیاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی تنویر اور اُسکی شرح درمختار نیز مراقی الفلاح وغیرہ میں ہے۔ خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ الفاظ التحیات کے معنے کا لحاظ رکھے اور سلام کہے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اپنے لئے اور اولیاء الٰہی کے لئے۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ لیکن جبکہ تقلید پر ہی آپ معترض ہیں تو اقوال فقہا کیونکر تسلیم ہوں گے۔ لہذا احادیث سے ثبوت لیجئے۔

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے اور خدا کے بندوں کے ساتھ غائبانہ ندا کو تعلیم فرمایا۔ اس نمبر ا میں ہی نمبر ۲ کا بھی جواب ہو جائیگا۔

اس حدیث کو نسائی۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ حاکم۔ بیہقی۔ امام الائمہ خزیمہ صاحب طبرانی حضرت عثمان بن حنیف سے ناقل ہیں۔ ترمذی حسن غریب صحیح فرماتے ہیں۔ طبرانی بیہقی صحیح بتاتے ہیں۔ امام عبد العظیم منذری وغیرہ ائمہ نقد و تنقیح اس تصحیح کو مسلم رکھتے ہیں۔ جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم و بارک و کرم نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز وہ یوں کہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِیَ اَللّٰھُمَّ شَفِّعْہُ فِیَّ۔ خلاصہ ترجمہ۔ خدایا میں تجھسے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں

تیرے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے کہ جو مہربان نبی ہیں۔ یارسول اللہ میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کیطرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو۔ الٰہی انکی شفاعت میرے حق میں قبول فرما“۔

اس حدیث کو صاحب حصن حصین صلوٰۃ الحاجت میں نقل فرماتے ہیں جو مطبوعہ مطبع یوسفی کے صفحہ ۱۵۱ میں ہے۔ اور اعلیحضرت عظیم البرکت مجدد مائۃ حاضرہ فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز اپنے رسالہ انبار المصطفٰے کے صفحہ ۱۲ میں بحوالہ کتب الادب المفرد للامام بخاری اور امام ابن سنی اور امام ابن بشکوال روایت فرماتے ہیں ان ابن عمر رضی اللہ عنہ خدرت رجلہ فقیل لہ اذکر احب الناس الیك فصاح یا محمد اہ فانتشرت یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا پار مبارک سو گیا کسی نے کہا انہیں پکارئے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ آپ نے پکارا یا محمداہ فوراً پاؤں کھل گیا۔

علامہ امام نووی شارح صحیح مسلم کتاب الاذکار میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی بابت فرماتے ہیں کہ انکا پاؤں سویا انہوں نے یا محمداہ پکارا فوراً پاؤں کھل گیا۔ اہل مدینہ ہر تکلیف کے موقعہ پر یا محمداہ پکارنیکے عادی ہیں۔

بخاری شریف کے صفحہ ۱۹۳ میں یوں منقول ہے خدرت رجل ابن عمر رضی اللہ عنہ فقال لہ رجل اذکر احب الناس الیك فقال یا محمد۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سویا ایک شخص نے کہا اپنے محبوب کو یاد کیجئے آپ نے کہا یا محمد۔

اب رہا یہ امر کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ کہنا کیسے ثابت اور کہاں سے واصل ہے۔ اسکے جواب میں حضرت سرکار غوث تو بڑی سرکار ہے حضور غائبانہ ندا ہر بندے کے ساتھ تعلیم فرماتے ہیں۔

اول حصن حصین مطبوعہ یوسفی کا صفحہ ۱۲۷ دیکھو۔ وان اراد عونا فلیقل یاعباداللہ اعینونی یاعباداللہ اعینونی یاعباد اللہ اعینونی۔ جب استمداد کا ارادہ کرو تو کہو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔

اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔

ایسا ہی مسند امام احمد میں ہے۔ صاحب حرز الثمین شارح حصن حصین بسند مرفوع ایک حدیث نقل فرماتے ہیں جو ما نحن فیہ کی مؤید ہے انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں الابدال اربعون رجالا واربعون امرأة کلما مات رجل ابدل الله رجلا مکانہ واذا ماتت امرأة ابدل الله مکانها امرأة یعنی چالیس ابدال مرد چالیس عورات مقرر ہیں جو مخلوق خدا کی استمداد پر مدد کرتے ہیں۔ جب اُنیں سے مرد انتقال کرتا ہے اسکی جگہ مرد آجاتا ہے اور جب عورت انتقال کرتی ہے تو اُسکے مقام پر عورت آجاتی ہے۔

اور ظاہر ہے کہ مرتبہ غوثیت ابدال سے ارفع ہے اور جب زبردست سے استمداد جائز ہوئی تو زبردست سے بطریق اولیٰ جائز ہونی چاہیئے۔ تو اب "امداد کن امداد کن۔ از قید غم آزاد کن۔ در دین و دنیا شاد کن۔ یا شیخ عبد القادرا" کہنے میں کیا اشکال رہا۔ ولله الحمد وعلى الله عليك يا رسول الله والسلام عليك يا غيث الكونين غوث الثقلين۔

علامہ خیر الدین رملی اپنے فتاویٰ خیریہ میں فرماتے ہیں۔ قولهم یا شیخ عبد القادر نداء فما الموجب لحرمته۔ سائلوں کا یا شیخ عبد القادر کہنا یہ ایک ندا ہے پھر اسکی حرمت کا کیا سبب ہے۔

فتاویٰ شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری میں ہے۔ سئل عما یقع من العامة من قولهم عند الشدائد یا شیخ فلان ونحو ذالك من الاستغاثة بالانبیاء والمرسلين والصالحين وهل للمشائخ اغاثة بعد موتهم ام لا۔ فاجاب بما نصه ان الاستغاثة بالانبیاء والمرسلين والاولیاء والعلماء الصالحين جائزة وللانبیاء والرسل والاولیاء والصالحين اغاثة بعد موتهم۔ یعنی اُن سے سوال ہوا کہ عام لوگ سختیوں میں انبیاء و مرسلین اولیاء و صالحین سے فریاد کرتے اور یا شیخ فلاں وغیرہ مثل اسکی کہتے ہیں یہ جائز ہے،

یا نہیں اور اولیاء بعد انتقال مدد بھی فرماتے ہیں یا نہیں۔ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ بیشک انبیاء و مرسلین و اولیاء و علماء سے مدد مانگنی جائز ہے۔ اور وہ بعد انتقال بھی مدد فرماتے ہیں۔ سچ ہے ؎

مرا زندہ پندار چوں خویشتن — من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

علامہ نامی مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ السامی اپنی کتاب نفحات الانس شریف میں علامہ مولوی معنوی قدس سرہ العلی کے حالات لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مولانا نے قریب انتقال فرمایا۔ روح اللہ روحہٗ۔

"از رفتن من غمناک مشوید کہ نور منصور رحمہ اللہ بعد از صد و پنجاہ سال بر روح شیخ فریدالدین عطار رحمہ اللہ تجلی کردہ مرشد او شد"۔ اور فرمایا۔ "در ہر حالتیکہ باشید مرا یاد کنید تا من شمارا مدد باشم در ہر لباسیکہ باشم"۔ آگے ارشاد ہوا۔ "در عالم مارا دو تعلق است یکے بہ بدن و یکے بہ شما و چوں بعنایت حق سبحانہٗ و تعالیٰ فرد مجرد شوم و عالم تفرید و تجرید روئے نماید آں تعلق نیز از آن شما خواہد بود"۔

مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ دہلوی اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم کی شرح میں فرماتے ہیں۔

"فصل یازدہم در ابتہال بجناب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ رحمت فرستد برتو خدائے تعالیٰ اے بہترین خلق خدا و اے بہترین کسیکہ امید داشتہ شود اے بہترین عطا کنندہ اے بہترین کسیکہ امید داشتہ باشد برائے ازالہ مصیبتے و اے بہترین کسیکہ سخاوت او زیادہ است از باران بارہا گواہی میدہم کہ تو پناہ دہندہ منی از ہجوم کردن مصیبتے وقتیکہ بخلاند در دل بدترین چنگال ہا۔ اھ"

اور قبروں پر جانا اس سے کوئی منکر نہیں۔ نھیتکم عن زیارۃ القبور الافزوروھا۔ یعنے ہمنے پہلے زیارت قبور سے تمکو منع کیا تھا لیکن خبردار اب زیارت کیا کرو۔

بحمد اللہ تعالیٰ نمبر ایک میں ہی جواب نمبر ۲ کا بھی ہوگیا۔ و للہ الحمد۔

اب جواب نمبر ۳ یعنے تقبیل ابہامین ملاحظہ ہو۔

وقت اذان نام پاک پر انگوٹھے چومنا

مجموعۃ الخطب للقاضی سید عبد القدوس میں ہے۔ یقول بعضھم ان ھذا الفعل سنۃ وعند البعض ھو مستحب۔ بعض فرماتے ہیں کہ یہ فعل سنت ہے اور بعض کے نزدیک مستحب ہے۔

قطع نظر اسکے یہ امر مسلمہ اصول ہے کہ شرائع سابقہ میں جو فعل انبیاء کرام سے ہوا اگر اسکی صریح ممانعت شریعت محمدیہ میں نہ ہو تو وہ فعل جائز مانا جاتا ہے تقبیل ابھامین سنت آدم علیہ السلام ہے اسکی نہی کہیں نہیں تو جواز میں کلام کیوں؟

روح البیان میں ہے ان آدم علیہ السلام اشتاق الی لقاء محمد صلے اللہ علیہ وسلم حین کان فی الجنۃ فاوحی اللہ تعالی الیہ ھو من صلبک ویظھر فی اخر الزمان فسأل لقاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم حین کان فی الجنۃ فجعل اللہ النور المحمدی فی اصبعہ المسبحۃ من یدہ الیمنی فسبح ذالک النور فلذالک سمیت تلک الاصبع مسبحۃ۔ کما فی روضۃ الفائق۔ او اظھر اللہ تعالی جمال حبیبہ فی صفاء ظفری ابھامیہ مثل المرأۃ فقبل آدم ظفری ابھامیہ ومسح علی عینیہ فصارا صلا لذریتہ فلما اخبر جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھذہ الصفۃ قال علیہ السلام من سمع اسمی فی الاذان فقبل ابھامیہ ومسح علی عینیہ لم یعم ابدا۔

خلاصہ ترجمہ۔ آدم علیہ السلام کو جب شوق دیدار حبیب ہوا تو وہ نور پاک کلمہ کی انگلیوں میں منتقل ہوا۔ جہاں اس نے تسبیح کی بدیں وجہ اس انگلی کا نام مسبحہ رکھا گیا۔ اور یا انگوٹھوں کے ناخنوں میں آیا مثل آئینہ کے آپ نے اُسکی زیارۃ کی اور چوما۔ آنکھوں سے لگایا۔ جب جبرئیل علیہ السلام نے اس قصہ کو حضور سے عرض کیا آپ نے فرمایا جو اذان میں میرا نام سنکر انگوٹھے چومے اور آنکھوں کو لگائے کبھی اندھا نہ ہوگا۔

علاوہ بریں تعظیم حبیب ہر طرح محمود و مسعود ہے بشرطیکہ شرک کی صورت اختیار نہ کرلے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ۔ جسکی

تفسیر میں ہے ای تعظموہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال سیبویہ ای تبالغوا فی تعظیمہ۔ یعنی مبالغہ کرو تعظیم محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ تو تقبیل بغرض تعظیم فعل محمود ہوگا نہ کہ مذموم۔

علامہ مسعود بن محمود بن یوسف سمرقندی اپنی کتاب صلوٰۃ مسعودی میں اس حدیث کو بطریق متعددہ نقل فرماتے ہیں۔ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من سمع اسمی فی الاذان ووضع ابہامیہ علی عینیہ فانا طالبہ فی صفوف القیامۃ وقائدہ الی الجنۃ۔

ترجمہ جو اذان میں ہمارے نام پاک پر انگوٹھے چومے اور آنکھوں کو لگائے قیامت کے روز ہم اسکو لیکر جنت کیطرف چلائینگے۔

صاحب کنز العباد فرماتے ہیں یستحب ان یقال عند سماع الاولی من الشہادۃ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وعند الثانیۃ منہا قرۃ عینی بک یا رسول اللہ اللھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابہامین علی العینین فانہ علیہ السلام یکون قائدا لہ الی الجنۃ۔

ترجمہ۔ مستحب یہ ہے کہ پہلی مرتبہ جب موذن کہے تو سامع صلے اللہ علیک یا رسول اللہ پڑھے۔ اور دوسری بار میں قرۃ عینی بک یا رسول اللہ کہکر آنکھوں پر دونوں انگوٹھے رکھکر اللھم متعنی بالسمع والبصر کہے تو حضور قیامت کے روز اُسے جنت کیطرف چلائینگے۔

اور لیجئے خود آپ کے پیشوا قاضی شوکانی بھی فوائد مجموعہ میں بروایت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس حدیث کو نقل کرتے ہیں من قال حین یسمع اشھد ان محمدا رسول اللہ مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ ثم یقبل ابہامیہ یجعلہما علی عینیہ لم یعم ولم یرمد ابدا

ترجمہ جب موذن نام پاک کی اذان میں شہادت دے تو جو کہے مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ پھر دونوں انگوٹھے چومے نہ بیمار ہو نہ کبھی آنکھ دکھنے پائے

انتہی مختصراً۔ علاوہ ازیں بہت سے دلائل ہیں لیکن بخوف طوالت
انہی پر اکتفا کیا گیا۔

جواب نمبر ۴۔ یعنے ثبوت علم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عزۃ عظمۃ نے اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم
کو تمامی اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا۔ شرق تا غرب عرش تا فرش سب دکھایا
ملکوت السمٰوات والارض کا شاہد بنایا اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا
وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا کا خلعت پہنایا وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ
تَكُنْ تَعْلَمُ فرما کر ہر نہ جانی ہوئی شئے کو دکھا یا سکھایا۔

یہ امر اظہر من الشمس وابین من الامس ہے کہ شاہد بلا مشاہدہ کیسے ہوتے۔
بشیر بلا حصول بشارۃ کیونکر بنتے۔ نذیر بغیر ہولناک امور سمجھے کیسے کہے جاتے۔ داعی
الی اللہ بغیر مراتب توحید جانے مناقب وحدۃ پہچانے کسطرح مشہور ہوتے۔
یہی وجہ ہے کہ روز اول سے روز آخر تک ما کان سے ما یکون تک سب انکی نظر میں
آیا۔ اشیاء مذکورہ سے کوئی ذرہ ایسا نہ رہا جو علم حضور میں نہ آیا ہو۔ ثبوت میں سب سے
اول قرآن پھر فرمان حبیب الرحمن شاہد عدل ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى
لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝ ترجمہ۔ اتاری ہمنے تمپر اے ہمارے حبیب وہ کتاب جو ہر
چیز کا روشن بیان اور مسلمانوں کے لیے ہدایت رحمت وبشارۃ ہے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے بہتر علم قرآن کسکو ہو سکتا تھا
اور اس میں تمام اشیا کا علم اور روشن بیان۔ اور اشیاء کا اطلاق تمام عالم پر
اور عالم ما سوی اللہ کا نام تو علم قرآن تمام علوم عالم پر حاوی ہونا مسلّم۔
واللہ الہادی۔

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ

تَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ - ترجمہ - قرآن وہ بات نہیں جو بنائی جائے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے۔ اور ہر شے کا صاف جدا جدا بیان "۔

مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ - ترجمہ - ہمنے قرآن میں کوئی شے اوٹھا نہ رکھی۔ وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمَاتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ ۝ ترجمہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں کوئی دانہ اور نہ کوئی تر اور خشک مگر یہ سب روشن کتاب میں ہے"۔

شیخ الشیوخ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج شریف میں اُس حدیث کا جواب دیتے ہیں جو وہابیہ خزلہم اللہ تعالی کہا کرتے ہیں۔ شیخ عبد الحق دہلوی نے لکھا کہ حضور نے فرمایا میں بندہ ہوں نہیں جانتا کہ دیوار کے پیچھے کیا ہے۔ فرماتے ہیں "اینجا اشکال مے آرند کہ در بعض روایات آمدہ است کہ گفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم من بندہ ام نمیدانم آنچہ در پس این دیوار است۔ جوابش آنست کہ این سخن اصل ندارد و روایۃ بداں صحیح نشدہ است"۔

اس روایت کو "لاتقربوا الصلوٰۃ" کیطرح مطلب کی لیکر شیخ الوہابیہ گنگوہی براہین قاطعہ میں لکھتا ہے اور اپنا دعوٰی ثابت کرنا چاہتا ہے۔ اور حقیقتاً مدارج شریف میں عبارت پوری یوں تھی جو ظاہر کی گئی۔ اب کچھ ثبوت احادیث سے بھی سن لیجئے۔

احادیث سے علم غیب رسول صلے اللہ علیہ وسلم - حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نے ایک بار ہم میں کھڑے ہوکر جب سے قیامت تک جو کچھ ہونا تھا سب بیان فرمادیا۔ کوئی چیز نہ چھوڑی جسے یاد رہا یاد رہا۔ جو بھول گیا بھول گیا۔ قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما ما ترک شیئا یکون فی مقامہ ذالک الی قیام الساعۃ الاحدث بہ حفظہ من حفظ ونسیہ من نسیہ۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم میں ہے۔

تو اب سمجھ لیجئے کہ کر تمام اشیاء بلا علم کلی کیونکر ممکن ہے؟ اور سنئے۔ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں مروی ہے کہ

ایک بار سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر ابتدائے آفرینش سے جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک کے حال ہمیں بیان فرمائے۔ یاد رہا جسکو یاد رہا اور بھول گیا جو بھول گیا۔

قام فینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم حفظ ذالک من حفظہ ونسیہ من نسیہ۔

ترمذی شریف میں باسانید عدیدہ وطرق متنوعہ دس صحابہ کرام سے یہ حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے موجود ہے کہ حضور نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔ اس نے اپنا دست قدرت میری پشت پر رکھا کہ میرے سینہ میں اسکی برودت محسوس ہوئی۔ اسیوقت ہر چیز مجھپر روشن ہو گئی اور میں نے سب کچھ پہچان لیا۔

فرایتہ عزوجل وضع کفہ بین کتفی فوجدت بردانا ملہ بین ثدیی فتجلی لی کل شئ وعرفت۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حدیث صحیح فرمایا۔ اور کہا سألت محمد بن اسماعیل من ھذا الحدیث فقال صحیح یعنے امام بخاری رحمہ اللہ سے اس حدیث کو پوچھا۔ فرمایا صحیح ہے۔

دوسری حدیث میں ہے فعلمت ما فی السموات والارض۔ پھر جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے سب میں نے جان لیا۔ یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

علامہ محقق شیخ مدقق امام العلما شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوۃ میں اس حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں۔

پس دانستم ہر چہ در آسمانہا و ہر چہ در زمینہا بود عبارتست از حصول علوم جزئی وکلی واحاطہ آں۔

مسند امام احمد حنبل میں اور معجم طبرانی میں بسند صحیح حضرت ابوذر غفاری

رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

لقد ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما یحرک طائر جناحیہ فی السماء الا ذکر لنا علما۔ ترجمہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس حال میں چھوڑا کہ ہوا میں کوئی پرندہ پر مارنیوالا ایسا نہیں جسکا علم حضور نے ہمارے سامنے بیان نہ فرمایا ہو۔

اب فرمایئے بلا حصول علم غیب کلی یہ ارشادات کیونکر ممکن ہیں۔ حق فرمایا حق نے۔ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ یعنے ہمارے حبیب غیب بات بتانے میں بخیل نہیں ہیں۔ صلی اللہ علی الذی ھو عالم الغیب الکلی۔

شیخ الشیوخ علامہ محقق دہلوی رحمۃ اللہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:۔

"ذکر کن اورا و درود بفرست بروے صلے اللہ علیہ وسلم و باش در حال ذکر گویا حاضر است پیش تو در حالت حیات و مے بینی تو اورا متأدب با جلال و تعظیم و ہیبت و حیا۔ و بدانکہ وے صلے اللہ علیہ وسلم مے بیند و مے شنود کلام ترا زیراکہ وے صلی اللہ علیہ وسلم متصف است بصفات اللہ و یکے از صفات الٰہی آنست کہ انا جلیس من ذکرنی آگے چلکر تو ایمانی نگاہوں کی حضور تصویر کھینچدی۔ فرماتے ہیں۔

"ہرچہ در دنیاست از زمان آدم تا نفخۂ اولی بروے صلی اللہ علیہ وسلم منکشف ساختند تا ہمہ احوال اورا از اول تا آخر معلوم گردید یاران خود را نیز از بعض ازاں احوال خبر دارد۔

آگے فرماتے ہیں۔

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ و وے صلی اللہ علیہ وسلم دانست ہمہ چیز از شیونات و احکام الٰہی و احکام صفات حق و اسماء و افعال و آثار و بجمیع علوم ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ نمودہ و مصداق فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ شدہ۔

امام اجل علامہ بوصیری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ؎

فان من جودك الدنیا وضرتھا ومن علومك علم اللوح والقلم

ترجمہ۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیک۔ دنیا و آخرت دونوں حضور کے خوان جود و کرم سے ایک ٹکڑا ہیں + اور لوح و قلم کے تمام علم جنہیں ماکان ومایکون مندرج ہے حضور کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

وللہ الحمد۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیک وعلی آلك وصحبك وسلم وبارك وکرم

۵ دو ہاتھوں سے مصافحہ کرنیکا ثبوت

اسکے جواب میں بخوف طوالت ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کی احادیث آئیں۔ اور دو ہاتھ سے کرنے کی ممانعت نہیں۔ اور عدم ممانعت لتصافح بالیدین دلیل عدم جواز ہو نہیں سکتی۔ اور اقوال فقہا محدثین مصافح بالیدین کے کثیر۔ بوجہ خیال طوالت چند اقوال ہی نقل کیے جاتے ہیں۔

شیخ الہند علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ (مرقاۃ) میں فرماتے ہیں۔

"مصافحہ سنت است نزد ملاقات وباید کہ بہر دو دست بود۔"

جامع الرموز میں ہے

السنۃ فیھا ان تکون بکلتا ید یہ۔ کذا فی المنیۃ۔ یعنی سنت اس مصافحہ میں یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سے کیا جائے۔ ایسا ہی منیہ میں ہے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے

یجوز المصافحۃ والسنۃ فیھا ان یضع ید یہ۔ مصافحہ جائز ہے اور سنت دونوں ہاتھوں سے ہے۔

شرح تنویر الابصار میں ہے۔ فی القنیۃ السنۃ فی المصافحۃ بکلتا ید یہ۔ یعنی مصافحہ میں طریقہ سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے کیا جائے قنیہ میں بھی ایسا ہی ہے۔ وللہ الحمد۔ اگر مفصل بحث دیکھنا منظور ہو تو

صفائح اللجین مصنفہ فاضل بریلوی قدس سرہٗ القوی ملاحظہ ہو۔

۶ کھانا سامنے رکھکر فاتحہ پڑہنا

اول تو یہ ایک ایسا کام ہے کہ جسکے ناجائز ہونے کی سوائے پاسِ سخن اور کوئی وجہ وجیہ معلوم نہیں ہوتی۔ اسلئے کہ کھانا سامنے رکھکر بسم اللہ پڑھکر کھانا نوش فرمانا سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام معروف ومشہور ہے پھر اگر اسکو سامنے رکھکر علاوہ بسم اللہ آیات قرآنیہ میں سے اور کچھ بھی پڑھ لیا تو کیا برا کیا۔ قرآن کھانے پر پڑہنا اگر ناجائز ہوتا تو بسم اللہ ہی پڑہنا ناجائز رہتا اسلئے کہ وہ خود آیت قرآنی ہے۔ کما قال تعالیٰ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ۔

قصہ سلیمان علیہ السلام میں موجود ہے۔ پھر بہ نیت ایصال ثواب اگر کچھ سورتیں پڑھکر فاتحہ بھی دیدی تو عدم جواز کی کیا دلیل اور بلادلیل فتویٰ بدعت کا دیدینا ہٹ دھرمی اور پاس سخن نہیں تو کیا ہے۔

علاوہ بریں احادیث سے ثابت ہے کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا سامنے رکھا اُسپر پڑہا دعا فرمائی۔ وہاں وہ پڑہنا بغرض ازدیاد برکت تھا یہاں پڑہنا بہ نیت حصول برکت و ایصال ثواب الی الموتےٰ ہے پھر ناجائز یا بدعت ہونیکی کیا وجہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ سے راوی ہیں کہ میں نے حضور کو اشتہا دیکھی تو حضرت ام سلیم سے عرض کیا انہوں نے چند روٹیاں جَو کی دسترخوان میں لپیٹیں اور مجھکو حضور کی خدمت میں بھیجا۔ میں نے حاضر ہوکر دیکھا تو مجمع تھا۔ میں سلام کرکے بیٹھ گیا۔ حضور نے خود ہی فرمایا کہ کیا تجھکو ام سلیم نے بھیجا ہے۔ میں نے عرض کی کہ ہاں۔ حضور معہ حاضرین اُنکے یہاں تشریف لائے۔ میں نے امِ سلیم سے عرض کی کہ حضور کے ہمراہ مجمع ہے اور یہاں کھانا تھوڑا اور بہت تھوڑا۔ آپ نے فرمایا

اللہ ورسولہ اعلم۔ اللہ اور اللہ کے رسول بہتر جاننے والے ہیں۔ حضور ام سلیم کے پاس تشریف لائے اور فرمایا جو کچھ تمہارے پاس ہے لے آؤ۔ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے جو نخا پیش کیا۔ حضور نے اسکے مالیدہ کا حکم دیا اور ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ ماشاء اللہ ان یقول۔ پھر پڑھا اسپر حضور نے جو کچھ چاہا۔ پھر فرمایا دس دس آدمی لاتے جاؤ الی آخر الحدیث۔ یہانتک کہ ستر آدمی شکم سیر ہوئے۔ ثم دعا فیہ البرکۃ فعاد کما کان۔ پھر دعائے برکت فرمائی جس سے وہ کھانا اسیقدر ہوگیا جتنا کہ تھا۔ وہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو عطا فرما کر کہا کہ یہ تمہارے لئے ہے کذا فی المسلم متفق علیہ۔ مشکوٰۃ المصابیح مطبوعہ مجتبائی۔ باب فی المعجزات ص ۵۳۷

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں جب کھانے کو سامان نہ رہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعاء برکت کو عرض کیا۔ حضور نے مابقی سامان خوراک طلب فرمایا تو کوئی ایک مٹھی خرما لایا۔ کوئی آدھی کھجور لایا۔ غرض اسطرح تھوڑا سا کھانا جمع ہوگیا۔ حضور نے اسکو دستر خوان پر رکھا۔ اسکے اوپر کچھ پڑھا اور دعاء برکت فرمائی پھر سب کو کھلا کر تمام لشکر کے برتنوں میں بھروا دیا۔ مشکوٰۃ المصابیح باب فی المعجزات۔ مطبوعہ مجتبائی ص ۵۳۹۔

بنابریں جب سامنے رکھکر پڑھنا اور دعا مانگنا سنت سنیہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ثابت ہے تو فاتحہ علی الطعام مروجہ خاص وعام میں کیا زہر گھلا ہوا ہے جسکی وجہ سے فتویٰ عدم جواز ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی الکریم العظیم۔ وللہ الحمد۔ واللہ الہادی الی سواء السبیل۔

۶ ثبوت تقلید شخصی

یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اس بغیر دنیا کا ہر صغیر وکبیر برنا وپیر دنیا میں رہکر اپنی زندگی بسر کرنا چہ معنی دارد ایک ساعت کے لئے زندہ نہیں رہ سکتا۔ دنیا کے جس معاملہ پر نظر ڈالئے بغیر تقلید شخصی وہ پورا ہونا محال در محال نظر آتا ہے۔ لکھنا لکھانا

پڑھنا پڑھانا سمجھنا سمجھانا عمل کرنا کرانا سب بغیر تقلید شخصی کسیطرح ممکن نہیں۔ چہ جائیکہ قرآن و حدیث۔ یہ تو ایک زبردست دریا ناپیدا کنار ہے۔

اسکی ایک آیت اور آیت کا ایک جملہ اور جملہ کی ایک حرکت کو دیکھیں کون مدعی ہے جو بلا تقلید شخصی عمل کرنا ظاہر کرے۔ اسلئے کہ جب ہم اس حرف کو عالم عقول سے پائینگے اور کلیات خمس کے لباس میں ملبوس دیکھینگے تو ارباب عقول کی تقلید بغیر چارہ نہ ہوگا اور جب اسکو مدرکات اور حواس میں دیکھیں گے تو جزئیات کا لباس پاکر اہل اصطلاح کے تقلید کرنی پڑے گی اور جب تلفظ میں اسکو لائینگے تو مخارج معلوم کرنیکے لئے اہل تجوید کی تقلید لازمی ہوگی اور جب خارج میں لاکر سریر کتابت پر بٹھانا چاہیں گے تو ارباب نسخ کی تقلید لازم آئیگی۔ غرضکہ اہل لغت کی اہل شرع وغیرہ وغیرہ کی ہر طرح تقلید کرنا لازمی ہوگی۔ اسی طرح قرآن حدیث کے سمجھنے سمجھانے کے لئے بہت سے علوم کی حاجت ہوتی ہے۔

چنانچہ علامہ نووی تقریب میں فرماتے ہیں کہ علم حدیث کے لئے پینسٹھ ۶۵ علوم و فنون ایجاد ہوئے۔ اور جو جس علم و فن کا موجد ہے وہ اس علم و فن میں امام کہلاتا ہے اور اسکی تقلید ہر شخص پر لازم ہوتی ہے۔

بنابریں مسلّم ہے کہ بڑے بڑے اکابر علماء و فضلاء محققین مفسر محدث فقیہہ مجتہد وغیرہ باوجود اپنے فضل و کمال کے امام فن کے اُس فن میں مقلد گذرے جو امام فن اُس فن میں تحقیق کرکے لکھ گیا اس میں کسیکو مجال دم زدن نہ ہوئی جیسے لغت میں اہل لغت کی تقلید سب کرتے ہیں۔ وہابی ہوں یا معتزلی سنی ہوں یا شیعہ مرزائی ہوں یا چکڑالوی وغیرہ وغیرہ۔ علم صرف میں وہی حال ہے علم نحو میں یہی رنگ ہے۔ علم معانی میں وہی ڈھنگ ہے۔

رہا صحابۂ کرام کا طرزِ عمل۔ انکو کسیکی تقلید کی حاجت نہ تھی اسلئے کہ انکا مرجع ایک ایسی ہستی کیطرف تھا کہ جسپر دنیا و آخرت کے تمام حقائق و دقائق روز روشن سے زیادہ ظاہر تھے۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔ دوسرے قرآن و حدیث انکی زبان میں تھا

انکے لئے یہی اصول کافی وافی شافی نافی تھا کہ وہ ہر معاملہ حضور سے طے کرلیں۔ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا (جو ہمارے حبیب تمکو دیں لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو)

بخلاف ہم لوگوں کے کہ نہ ہم اہل زبان کہ اُسکے محاورہ اور اصطلاح سے پورا مطلب اخذ کرسکیں۔ نہ ہمکو ظاہری صورت میں اُس ہستی مقدس کی صحبت میسر کہ جس امر میں کچھ شک ہو اسکو تحقیق کرلیں۔ ہمارے علم کا دارومدار صرف نقوش قرطاس پر قرار پایا ہے جو خود از سرتا پا تقلید کا جامہ پہنے ہوئے ہے اور پھر یہ دقت اور ہے کہ اُن نقوش اور اصل مقصود میں بدرجہا بعد واقع ہو چکا ہے، اور یہ نقوش دلالت کرتے ہیں الفاظ پر اور الفاظ معانی پر اور معانی مقصود پر اور پھر تمام دلائل جو موصل الی المطلوب ہیں انکے لئے سیکڑوں شعبے اور ہر شعبہ کے لئے بہت سے احتمالات مثل خاص عام ماؤل مشترک حقیقت مجاز صریح کنایہ عبارۃ اشارۃ دلالت اقتضاء وغیرہ وغیرہ کے پیدا ہوتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے محقق اور ہمہ دان جو تفسیر وحدیث فقہ تمام علوم عقلیہ ونقلیہ میں مہارت تمام رکھتے تھے اور اپنے اپنے وقت میں یکتائے زمانہ ہوئے وہ سب کے سب الف بے سے لیکر انتہائے سلم تک جو جس علم وفن کا موجد ومدون گذرا اسکو اس میں اپنا امام ومقتدا ہی سمجھتے رہے۔

چنانچہ دیکھ لیجئے الف بے کے موجد نے جو جو حروف وضع کئے انکی صورتیں شکلیں مفرد کیں انکی ترکیب کے لئے جو حرکات وسکنات قائم کئے انکے وصل وفصل کے طریقے بتائے تمام جہان انکی تقلید کا قلادہ پہنے ہوئے ہے حالانکہ اسکا ثبوت نہ قرآن سے نہ حدیث سے بلکہ صرف ایک شخص کی طبعزاد باتوں کا اتباع بپیکر تقلید میں نظر آرہا ہے۔ یہی حالت رسم الخط کی ہے کہ قرآن وحدیث اسکی پیروی وتقلید سے لکھا جارہا ہے۔ یہانتک کہ الیاس ایک جگہ اس صورت میں بتایا گیا۔ دوسری جگہ ال یاسین اس صورت میں دکھایا گیا تو کوئی

نہیں کہتا کہ الف لام کو جب یا سے ملا کر لکھا جاتا ہے تو والصافات میں الف لام علیحدہ کیوں لکھا جاتا ہے۔ سب وم بخود ہیں۔ خواہ مقلد ہوں خواہ غیر مقلد۔ سورۃ زمر میں یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ کو بغیر یٰ کے لکھا جاتا ہے۔ حالانکہ اسی سورۃ کے چھٹے رکوع میں یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ کو یٰ کے ساتھ لکھا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اسیطرح وقوف قرآنی۔ علم صرف۔ علم نحو۔ علم تجوید اصول حدیث وغیرہ وغیرہ میں دیکھ لیجئے کہ عالم اسکا پیرو ہے حالانکہ اسکا حکم نہ قرآن میں نہ حدیث میں۔

مگر اصطلاح حدیث میں عامل بالحدیث ہونے کے جو مدعی ہیں وہ بھی مانتے ہیں کہ یہ حدیث قوی ہے یہ ضعیف۔ یہ مقبول ہے یہ مردود۔ یہ حسن ہے یہ صحیح۔ یہ واجب العمل ہے یہ معلق۔ یہ مرفوع ہے یہ موضوع۔ اگر سچا عمل بالحدیث ہے تو ان اصطلاحوں کے نام قرآن وحدیث میں کہاں آئے۔ اور اگر نہیں آئے تو جنہوں نے یہ اصطلاحیں مقرر کیں انکے مقلد قرار پائے۔

تو اب حقیقت حال یہ ظاہر ہوئی کہ عامل بالحدیث ہونیکے جو مدعی ہیں انکا عمل بھی دراصل حدیث پر نہیں بلکہ اس فن کے امام کے پیرو اور مقلد ہیں جسکے حکم کی تعمیل میں وہ اقسام حدیث بتا رہے ہیں۔ جسکو اس نے قوی کہدیا یہ بھی قوی بتا رہے ہیں۔ جسکو ضعیف بتادیا یہ ضعیف کہہ رہے ہیں جسے اس نے مردود کہا انکو بھی مردود کہنا پڑا۔ علیٰ ہذا مقبول کو مقبول ماننا پڑا۔ تو یہ تقلید نہیں تو کیا ہے۔

لہذا ثابت ہوا کہ جتنے علوم وفنون موقوف علیہ ہیں ان میں انکے اماموں کی تقلید شخصی واجب ہے اور سب کو انکی تقلید کرنی پڑجاتی ہے۔ ائمہ اصول حدیث کا حکم تمنا زبردست تسلیم ہے کہ اسکے حکم سے ہر وہ حدیث چھوٹنی پڑتی ہے جسکو وہ مردود یا ضعیف بتا دیتے ہیں۔ اوسپر یہ دعویٰ کہ ہم عامل بالحدیث ہیں۔

افسوس کی بات ہے کہ متذکرہ بالا علوم میں تو تقلید شخصی کرنا لازمی سمجھا جائے۔ اور ائمہ مجتہدین نے قرآن وحدیث اجماع امت قیاس شرعی سے جو جو مسائل جزئیہ شرعیہ اخذ اور استنباط فرما کر اسکا نام فقہ رکھدیا انہیں جو امام تمنا

کی تقلید شخصی کیجائے اُنکی تحقیق کے موافق قرآن و حدیث پر عمل کیا جائے اُس کو ناجائز کہا جائے۔

شرم کی بات ہے کہ حروف تہجی کی جزئیات ہیں جسکا ثبوت قرآن سے ہے نہ حدیث سے انکے امام کی تقلید جائز۔ اور مسائل فقہیہ ہیں جو قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں اُن میں اُنکے امام کی تقلید ناجائز۔ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

اب سنئے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ فرما دیجئے اے ہمارے حبیب اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی فرمانبرداری اور اولی الامر کی تابعداری۔

اس آیت کریمہ میں۔ اَطِیْعُوا۔ صیغہ امر کا واقع ہے جو باعتبار اصل وضع کے اپنے ماخذ یعنی اطاعت کا فرض ہونا ظاہر کرتا ہے۔ اگرچہ یہ صیغہ مجازاً اور چند معنو میں مستعمل ہے لیکن جب سب کے نزدیک اطاعت الٰہی فرض ہے تو اس جگہ یہ صیغہ خاص وجوب کے لئے ہوا۔ اور چونکہ رسول کی اطاعت خدا کی اطاعت پر عطف ہے اور معطوف و معطوف علیہ کا ایک حکم ہوتا ہے تو ثابت ہوا کہ اطاعت حبیب خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل اطاعت الٰہی کے ہی فرض ہے اور اولی الامر کا عطف رسول پر ہے تو جیسے رسول کی اطاعت فرض ایسے ہی اولی الامر کی اطاعت فرض ہوئی۔

اور جب امر اطاعت بصیغہ جمع ایک جماعت کیطرف منسوب تو ہر خاص و عام۔ عالم۔ جاہل جتنے ہیں سب پر خدا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور اولی الامر کی اطاعت فرض ہوئی۔ اور اطاعت کو مکرر لانا۔ یعنی پہلی اطاعت خدا کی طرف دوسری حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف مضاف کرکے جملہ کو جملہ پر عطف کرنا اس سے یہ نکتہ مفہوم ہوتا ہے کہ جسطرح خدا کی اطاعت مستقل ہے اسی طرح رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی مستقل ہے۔ اور ہر جملہ کے احکام جداگانہ

یعنی جو لوگ محض قرآن پر عمل کرنا چاہیں وہ کبھی ہمارے مطیع نہیں اسلئے کہ منزل من اللہ کی اطاعت علیحدہ اور فرمان رسول اللہ کی اطاعت علیحدہ فرض ہے۔

اور اس آیۃ کریمہ میں رسول کو متبوع اور اولی الامر کو تابع کرکے ایک دوسرے پر عطف کرنا اور بغیر تکرار اطاعت رسول کے فعل کو اولی الامر کیطرف منسوب کرنا اس سے یہ نکتہ مفہوم ہوتا ہے کہ اولی الامر کی اطاعت مستقل نہیں بلکہ بہ تبعیت رسول انکی اطاعت واجب ہوگی۔ یعنی جو قول و فعل اولی الامر کا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل سے ماخوذ و منقول ہوگا اس میں تو اولی الامر کی اطاعت واجب ہوگی۔ اور جو قول و فعل اسکے خلاف ہوگا اس میں نہ تو وہ کسیکے متبوع ہو سکتے ہیں نہ کوئی انکا تابع۔

اس آیۃ کریمہ میں جو لفظ اولی الامر کا ہے بعض مفسرین اس سے علماء دین مراد لیتے ہیں۔ اور بعض بادشاہ وقت۔ اگر بادشاہ مراد ہیں تو مِنکُم کا لفظ اسی وجہ میں ہے کہ صاف ظاہر ہوجائے کہ یہاں مطلق بادشاہ مراد نہیں بلکہ امور دینیہ میں جو بادشاہ مسلمان ہو اسکی اطاعت واجب ہے۔ اور جو بادشاہ مسلمان ہوگا اسکے جتنے احکام ہوں گے وہ قانون شریعت کے موافق ہوں گے اور جو قانون شرع کے موافق احکام کی تعمیل ہوگی وہ حقیقتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل ہوگی اور حضور کی تعمیل خدا کے احکام کی تعمیل قرار پائے گی۔

اور بادشاہ اسلام بغیر ائمہ مجتہدین ایک حکم بھی نافذ نہیں کرسکتا۔ تو اولی الامر حقیقت میں مجتہدین ہوئے جسکی مؤید آیۃ کریمہ فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ہے۔ یعنے پوچھ لو اہل علم سے اگر تم نہیں جانتے ہو۔

اگرچہ نزول اس آیت کا یہود و نصاریٰ کے لئے ہے۔ مگر یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ ہر شے کا مورد خاص اور حکم عام ہوتا ہے۔

اس بناپر اگر ذکر سے مسائل جزئیہ اور اہل ذکر سے اُسکے جاننے والے مراد لیں تو یہ بھی ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں فَاسْئَلُوْا کے وہی مخاطب ہونگے جو مسائل جزئیہ میں

لَا تَعْلَمُوْنَ کے مصداق ہیں۔ اس صورت میں ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ یہاں اہل ذکر سے مراد ائمہ مجتہدین ہیں۔ کیونکہ اسکا الف لام نہ تو معہود ذہنی ہے نہ خارجی نہ الف لام جنس۔ بلکہ استغراقی ہے۔

الفلام عہدی تو اسلئے نہیں کہ اسکی دلالت ایک فرد معیّن یا غیر معین پر ہوا کرتی ہے۔ اور عہدی مان لینے میں یہ خطاب ایک مسئلہ سے ماننا پڑیگا۔ اور یہ خلاف مقصود نص ہے۔ کیونکہ مقصود تو یہ ہے کہ جو مسئلہ تمکو نہ معلوم ہو وہ اہل ذکر سے پوچھ لو۔ تو ثابت ہوا کہ الف لام عہدی نہیں۔

الف لام جنسی اسلئے نہیں کہ اسکی دلالت حقیقت کلیہ پر ہوا کرتی ہے اور یہاں جو خطاب ہے اسکو تعلق افراد یعنے مسائل جزئیہ سے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہاں الف لام جنسی نہیں۔

اگر یوں کہا جائے کہ اسکا مدخول قلیل اور کثیر پر صادق آتا ہے۔ اس صورت میں خواہ کوئی ایک ہی مسئلہ کا جاننے والا ہو وہی اسکا مسئول عنہ بن سکتا ہے اس بنا پر یہ الف لام جنسی ہے۔

تو جواب اسکا یوں ہو سکتا ہے کہ اصل معرف باللام کیطرف مضاف ہے وہ الف جنسی کو مانع ہے۔ کیونکہ الف لام جنسی کا مدخول قطع نظر عموم اور خصوص کے نفس ماہیت اور حقیقت کلیہ ہوا کرتا ہے۔ جیسے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ۔ یعنے ہمنے ہر شئے جاندار کو پانی کی جنس سے پیدا کیا۔ اسیطرح الرَّجُلُ خیر من المرأۃ یعنے جنس رجل جنس نساء سے بہتر ہے۔ جب الف لام جنسی کا مدخول قطع نظر عموم اور خصوص کے نفس مائیۃ اور حقیقت کلیہ ہوا کرتا ہے۔ **تو** فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ کے یہ معنے ہوں گے کہ جو شخص ذکر کی حقیقت اور مائیۃ کا اہل ہو اس سے پوچھ لو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی بشر حقیقت اور ماہیت کا اہل نہیں ہو سکتا۔ مثلاً انسان کی حقیقت حیوان ناطق ہے۔ اب کوئی چاہے کہ حیوان ناطق کا اہل بن جائے یہ ممکن نہیں۔ البتہ حیوان

ناطق کے تحت میں جو زید عمرو بکر اسکے افراد ہیں انکا تو اہل ہو سکتا ہے۔ اسیطرح ذکر کی جو حقیقت اور ماہیت ہے اسکا کوئی اہل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ذکر کے تحت میں جو اسکے افراد یعنے مسائل جزئیہ ہیں انکا تو البتہ اہل ہو سکتا ہے۔ سو وہ الف لام جنسی کے مدخول کے مدلول نہیں بلکہ اُسکے مصادیق ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل الذکر میں جو الف لام ہے وہ جنسی نہیں بلکہ استغراقی ہے جو اپنے مدخول کے تمام افراد کو حاوی ہوا کرتا ہے۔

الغرض

اس تقریر سے یہ ثابت ہوا کہ اس آیت شریف میں اہل ذکر سے ہی ائمہ مجتہدین مراد ہیں۔ جو جامع جمیع مسائل جزئیہ ہیں۔

قطع نظر اس کے اب یہ دیکھنا ہے کہ تقلید اور نفس تقلید کے ثبوت کے بعد ائمہ اربعہ کی تقلید کب سے رائج اور غیر مقلدیت کب سے متولد ہوئی۔

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم یعنے صدی میری ہے پھر وہ جو اسکے متصل ہو پھر وہ جو اس سے ملحق ہو۔ فرمان سید اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ عمل بالحدیث جب ہی صحیح ہو سکتا ہے جب حدیث پر عمل ہو۔

تو اس حدیث شریف کے اعتبار سے فرقۂ ناجی کون۔ وُہی جو حضورؐ کے بعد دو صدی والوں کے مذہب کی پیروی کرے۔ اور ناری وہ جو سو دو سو برس سے یا پچاس پچیس سال سے اپنا مذہب اختراع کرے۔ جب یہ امر مسلّم ہے۔

تو سنئے آپ کے بانی مذہب کے مرجح و مقتدیٰ اور بہ نسب و علم و اقتدا شاہ ولی اللہ قدس سرہ العزیز دہلوی رسالہ انصاف میں تحریر فرماتے ہیں

بعد المائتین ظھر فیھم التمذھب للمجتھدین باعیانھم و قیل من کان لایعتقد علی مذھب مجتھد بعینہ یعنے حضورؐ کے دو سو برس بعد مسلمانوں میں تقلید شخصی نے ظہور کیا۔ کم کوئی رہا جو ایک امام معین کے

مذہب پر اعتماد نہ کرتا ہو۔

امام مرشد انام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں۔ مخالفتہ للمقلد متفق علی کونہ منکرا بین المحصلین۔ تمام منتہی فاضلوں کا اجماع ہے کہ مقلد کا اپنے امام مذہب کی مخالفت کو نا شنیع و واجب الانکار ہے

علاوہ اسکے بہت سے دلائل ہیں جو اہل علم پر پوشیدہ نہیں اس مختصر میں اسی پر اکتفا کیا گیا۔

تو اب تقلید شخصی کا ثبوت گیارہ سو برس سے اور مذہب وہابیت غیر مقلدیت محمد بن عبدالوہاب نجدی سے مخترع ہوا۔

سنہ ۱۲۲۱ھ میں جبکہ انتظام سلطنت روم میں برہمی واقع ہوئی تو یہ نجد سے نکلا جس کی پیشگوئی مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم پہلے فرما چکے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم بارك لنا فی شامنا۔ اللھم بارك لنا فی یمننا۔ قالوا یا رسول اللہ وفی نجدنا۔ قال اللھم بارك لنا فی شامنا۔ اللھم بارك لنا فی یمننا قالوا یا رسول اللہ وفی نجدنا۔ فاظنہ قال فی الثالثۃ هناك الزلازل والفتن وبھا سیطلع قرن الشیطان۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی الہی ہمارے لئے برکت دے ہمارے شام میں۔ الہی ہمارے لئے برکت دے ہمارے یمن میں۔ عرض کی صحابہ نے یا رسول اللہ اور ہمارے نجد میں حضور نے پھر وہی دعا کی۔ صحابہ نے پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے نجد میں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے گمان میں تیسری دفعہ پر حضور نے نجد کی نسبت فرمایا وہاں زلزلے اور فتن ہیں اور وہیں سے نکلے گی سنگت شیطان کی۔

چنانچہ اس نے تمام مسلمانوں کو مشرک قرار دیا اور ایک نیا عقیدہ بنایا اور حرمین شریفین پر حملہ کیا اور اہل سنت وجماعت کے قتل کو مباح رکھا حتی کہ

ایک مدت تک حرمین طیبین اور بعض عراق مثل کربلا وغیرہ اسکا تسلط رہا آخر لشکر اسلام نے فتح پائی اور اسکا استیصال کلی ۱۲۳۳ھ میں ہوا۔ اس زمانہ میں اسکی کتاب التوحید جس میں وہ تمام عقائد کاسدہ فاسدہ بھرے ہوئے تھے۔ گمنام سی ہوگئی۔ لیکن ہندوستان میں اسکے چیلہ مولوی اسمٰعیل نے اس کتاب کی شرح یا اُسکے موافق ایک کتاب اردو میں لکھی اور اسکا نام تقویۃ الایمان رکھا جو سراپا تفویۃ الایمان ہے جسکی مختصر فہرست آخر میں دکھائی جائیگی۔ خیر مقصود تو اس سے یہ تھا کہ ۱۲۳۳ھ نہ لیجئے ۱۲۲۱ھ سے لے لیجئے تو بھی اس مذہب کو مخترع ہوئے ۲۳ سال ہوئے ہیں۔ اور مذہب تقلیدی کو رائج ہوئے گیارہ سو کچھ اوپر سال گذر رہے ہیں۔ اس سے قطع نظر کیجئے۔ اور حدیث پر ہی عمل کیجئے۔ حذیفۃ الیمان رضی اللہ عنہ سے مسلم شریف میں موجود ہے

کان الناس یسئلون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الخیر وکنت اسألہ مخافۃ ان یدرکنی فقلت یا رسول اللہ انا کنا فی جاھلیۃ وشر فجاءنا اللہ بھذا الخیر فھل بعد ھذا الخیر من شر قال نعم قلت وھل بعد ذالک الشر من خیر قال نعم وفیہ دخن قلت وما دخنہ قال قوم یستنون[م] الخ قال ھم من جلدتنا ویتکلمون بالسنتنا قلت یا رسول اللہ فما تامرنی ان ادرکنی ذالک قال صلی اللہ علیہ وسلم تلزم جماعۃ المسلمین وامامھم قلت وان لم یکن جماعۃ ولا امام قال فاعتزل تلک الفرق کلھا۔ الی اخر الحدیث۔ حدیث مذکورہ بالا سے خود تقلید شخصی کا ثبوت ہو رہا ہے اور وہ بھی بطور وجوب۔ حضور نے حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا تلزم جماعۃ المسلمین وامامھم یعنی اے حذیفہ جب ایسا وقت ہو کہ لوگ جہنم کیطرف بلاتے ہوں تو تو اُسوقت مسلمانوں کی جماعت کو اور جو انکا امام ہو اس کو لازم پکڑیو۔ یعنی جیسا وہ کہے وہ کیجیو۔ تلزم بصیغہ امر التنا ہے بقرینہ فما تامرنی جو اسکے سوال میں وارد ہے۔ اور یہ وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ امام جماعت کیطرف مضاف ہے جسکی اضافت معرف باللام کیطرف ہے اور چونکہ جو معرف باللام کیطرف مضاف ہو وہ معرفہ ہوتا ہے تو اب امام کا بصیغہ مفرد نکرہ ہونا بھی نہ رہا۔ تو امام مخصوص اور ذات معین کی پیروی حکم رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئے اور اسی کا نام تقلید شخصی ہے اِسے بھی جانے دو۔ دوسری حدیث اور ہے حضور نے فرمایا بڑی جماعت کو لازم پکڑو جو اس سے جدا ہوا جہنم میں پھینکا گیا۔ علیکم بالسواد الاعظم (مشکوٰۃ المصابیح)۔

اسے بھی رہنے دو۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطَانَ اِلَّا قَلِیْلًا۔ اے امت مرحومہ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اگر تمپر اللہ کا فضل ورحمت نہ ہوتا تو تم سب پیرو شیطان ہو جاتے مگر تھوڑے۔ تو پیروی شیطان سے سب کا محفوظ رہنا تھوڑوں کا پیرو شیطان ہونا قرآن کریم سے ثابت۔ وللہ الحمد۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ مختصر مجمل بحث پر اکتفا اسوجہ سے ہے کہ اس جگہ میں اگر مفصل بحث کیجاوے تو تمام رسالہ بحث تقلید سے پر ہو جائے اور مضمون سارا نہ سمائے۔ لیکن منصف مزاج کو یہ کیا کچھ کم ہے۔

جواب ۸ صلوٰۃ غوثیہ

اول تو اسکی تعلیم خود سید الکونین غوث الثقلین غیث الملوین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

[م] بغیر سنتی ویھدون بغیر ھدیی تعرف منھم وتنکر قلت فھل بعد ذالک الخیر من شر قال نعم دعاۃ علی ابواب جہنم

فرمائی مگر قطع نظر اسکے امام علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ خیرات الحسان فی فضائل ابی حنیفۃ النعمان میں فرماتے ہیں لم یزال العلماء و صاحب الحاجات یزورون قبر الامام ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ و یتوسلون عندہ فی قضاء حوائجھم و یرون نجح ذالک منھم الامام الشافعی رضی اللہ عنہ فانہ جاء عنہ انہ قال انی لاتبرک بابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ انی قبرہ فاذا عرضتلی حاجۃ صلیت رکعتین وجئت الی قبرہ و سألت اللہ تعالیٰ فتقضی سریعا یعنے بہت سے علما اور اہل حاجت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کی زیارت اور اپنی حاجتوں کو بارگاہ الٰہی میں اُن سے توسل کرتے اور اس سبب سے فوراً مرادیں پاتے۔ انہیں سے امام شافعی ہیں کہ فرماتے ہیں۔ میں ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے تبرک کرتا اور انکی قبر پر جاتا ہوں۔ اور جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے دو رکعت نماز پڑھتا اور انکی قبر کیطرف آکر خدا سے سوال کرتا ہوں۔ کچھ دیر نہیں لگتی کہ حاجت روا ہوتی ہے۔

اور سوال حاجت سے قبل دو رکعت نماز کی تقدیم مناسب بھی ہے کہ اللہ جلّ و علا فرماتا ہے وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ۔ اور کسی محبوب کیطرف رجوع ہونا اور جانا محمود کہ فرمان الٰہی ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ اور اگر وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے حضور حاضر ہو کر خدا سے بخشش چاہیں اور رسول انکے لئے استغفار کرے تو بیشک اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا مہربان پائیں۔ حالانکہ خدا ہر جگہ ہے مگر حکم یوں فرماتا ہے کہ گنہگار میرے تیری خدمت میں حاضر ہو کر مجھ سے بخشش مانگیں اور اس سے مراد یہ نہیں کہ مدینہ طیبہ میں جائیں بلکہ دل سے حضور کیطرف رجوع ہوں۔ وللہ الحمد۔

مولانا شاہ ولی اللہ رح قول الجمیل میں قضائے حاجت کے لئے صلوۃ کن فیکون لکھتے ہیں جسکے آخر میں ہے کہ پھر پگڑی اتارے آستین گلے میں ڈالے پچاس بار دعا کرے ضرور مستجاب ہو۔ اور سیر انکے صاحبزادہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی شفاء العلیل میں لکھتے ہیں جو مولوی خرم علی لکھنوی کی مترجمہ ہے۔ بعض ناواقفوں نے اعتراض کیا ہے آستین گردن میں ڈالنا کیونکر جائز ہوگا حالانکہ ادعیہ ماثورہ میں یہ ثابت نہیں۔ ہم جواب دیتے ہیں کہ قلب ردا یعنی چادر کا الٹنا پلٹنا نماز استسقاء میں رسول علیہ السلام سے ثابت ہے تاحال عالم کا بدل جائے تو اسطرح آستین گردن میں ڈالنا امر مخفی کے اظہار کے واسطے یعنی تضرع کے واسطے حصول مطلب گردش حال کے یا مقصود کے کیونکر ناجائز ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ جب آستین گلے میں باندھنا باآنکہ طریق ماثورہ میں وارد نہیں اسوجہ سے کہ اس میں تضرع مخفی کا اظہار شدید ہے اگرچہ نفس اظہار گڑگڑانے کی صورت سے ضروری تھا جائز ہو تو یہ چند قدم جانب عراق محترم چلنا اسوجہ سے کہ اس میں توجہ مخفی کا اظہار قوی ہے کیونکر ناجائز ہوگا۔ فقط والسلام۔

حررہٗ ابو الحسنات حکیم محمد احمد خطیب جامعہ مسجد وزیر خان لاہور و مالک شفاخانہ قادری (زیر جامعہ مسجد وزیر خان)

جمعہ کے فرض ہونیکی شرطیں کیا ہیں اور ہندوستان میں جمعہ فرض ہے یا نہیں؟

الجواب وهو الموفق للصواب

جمعہ فرض ہونیکی شرطیں حسب ذیل ہیں۔ ۱۔ شہر میں مقیم ہونا۔ ۲۔ صحت۔ یعنی مریض پر جمعہ فرض نہیں جو مسجد تک آنے سے قاصر ہو۔ ۳۔ آزاد ہونا غلام پر فرض نہیں۔ ۴۔ مرد ہونا۔ ۵۔ بالغ ہونا۔ ۶۔ عاقل ہونا۔ ۷۔ انکھیارا ہونا۔ ۸۔ چلنے پر قادر ہونا۔ اپاہج پر جمعہ فرض نہیں۔

یہ شروط بلا انکار نکیر جمعہ پڑھنے والوں میں پائی جاتی ہیں لہذا جمعہ بالاتفاق فرض ہوا۔ اور جمعہ پڑھنے کے لئے چھ شرطیں ہیں کہ انہیں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو جمعہ ہوگا ہی نہیں۔ چار شرطیں تو بالاتفاق ہندوستان میں پائی جاتی ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ وقت ظہر۔ خطبہ۔ جماعت۔ اذن عام دو شرطوں یعنی تعریف مصر اور سلطان میں بڑا اختلاف ہے۔ اور تمام کتب فقہ میں بکثرت اقوال منقول ہیں لیکن شہر کی صحیح اور مفتی بہ اور معمول بہ تعریف ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ہے کہ وہ جگہ جس میں متعدد کوچے اور بازار ہوں اور وہ ضلع یا پرگنہ ہو کہ اسکے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں اور وہاں کوئی حاکم ہو کہ اپنے دبدبہ و سطوت کے سبب مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے یعنی انصاف پر قدرت کافی ہو اگرچہ ناانصافی کرتا ہو اور بدلہ نہ لیتا ہو۔ اور مصر کے آس پاس کی جگہ جو مصر کی مصلحتوں کے لئے ہو اسے فناء مصر کہتے ہیں۔ جیسے قبرستان۔ گھوڑ دوڑ کا میدان۔ فوج کے رہنے کی جگہ۔ کچہریاں۔ اسٹیشن کہ یہ چیزیں شہر سے باہر ہوں تو فناء مصر میں انکا شمار ہے اور وہاں جمعہ جائز ہے۔ چنانچہ غنیہ شرح منیہ میں ہے صرح فی التحفۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ انہ بلدۃ کبیرۃ فیھا سکک و اسواق و رساتیق و فیھا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ و علمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث وھذا ھو الاصح۔ یہی عبارت ادنیٰ تغیر کے ساتھ بدائع میں ہے لہذا شہر کی تعریف مذکورۃ الصدر ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں قصبوں اور پرگنوں پر صادق آتی ہے۔ اب ایک شرط سلطان کی باقی رہجاتی ہے۔ اسکے متعلق محققین علماء یہ فرماتے ہیں کہ سلطان اسلام کی شرط اولویت کے لئے ہے نہ کہ رکنیت کے لئے کہ اگر سلطان اسلام نہ ہو تو جمعہ ہی فرض نہ ہو بلکہ اسکا ہونا اولیٰ و افضل ہے حتیٰ کہ اگر حاکم غیر مسلم بھی ہو تو ادائے جمعہ اسکی موجودگی میں صحیح ہے۔

جامع الرموز میں جلالی سے نقل کرتے ہیں المراد بالسلطان الوالی الذی لیس فوقہ وال عادلا کان او جائرا والاطلاق مشعر بان الاسلام لیس بشرط وھذا اذا امکن استیذانہ والا فالسلطان لیس بشرط فاجتمعوا علی رجل فصلوا جاز کما فی الجلابی وغیرہ یعنی سلطان سے مراد بڑا حاکم ہے کہ باقی حکام اسکے زبردست ہوں خواہ وہ عادل ہوں یا ظالم اور اطلاق عبارت مشعر ہے کہ سلطان کا مسلم ہونا جمعہ کی صحت کے لئے شرط نہیں۔ یہ بھی اسصورت میں ہے جبکہ اس سے اذن طلب کرنا ممکن ہو ورنہ پھر جمعہ کے لئے سلطان شرط نہیں بلکہ اگر مسلمان متفق ہو کر ایک شخص کو امام بنا کر جمعہ پڑھ لیں گے تو جائز ہوگا۔ اسی میں ہے کل مصر فیہ وال من جھۃ الکفار جاز فیہ اقامۃ الجمعۃ والعیدین کما فی الخزانۃ یعنے جس اسلامی شہر میں کافر کا مقرر کردہ حاکم موجود ہو وہاں جمعہ پڑھنا اور عیدین قائم کرنا جائز ہے۔

اور بدائع میں ہے کہ جب امام بوجہ فتنہ یا موت یا کسی اور وجہ سے موجود نہ ہو تو اکثر مسلمان
جسکو امام جمعہ بنائیں وہ قائمقام سلطان یا مقرر کردہ سلطان کے ہوجاتا ہے اور ایسی حالت میں
جمعہ کی نماز صحیح ہوجاتی ہے۔ کیونکہ جب سیدنا امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ محصور ہوگئے تھے
اور بلوائیوں نے انکو قید کردیا تھا تو مسلمانوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو نماز جمعہ کیلئے
امام مقرر کرکے جمعہ کی نماز پڑھی تھی۔ اور ظاہر ہے کہ اس فتنہ کے موقعہ پر نہ امیر المومنین سے اجازت
حاصل کرنیکی کسیکو ہمت تھی اور نہ حضرت علی اسوقت خلیفہ اور امام مقرر کئے گئے تھے۔ چنانچہ
فرماتے ہیں اذا لم یکن اماما بسبب الفتنۃ او الموت ولم یحضروا ال آخر بعد حتی حضرت
الجمعۃ ذکر الکرخی انہ لا بأس ان یجمع الناس علی رجل حتی یصلی بھم الجمعۃ ھکذا روی
عن محمد ذکرہ فی العیون لما روی عن عثمان رضی اللہ عنہ لما حوصر قدم الناس
علیا رضی اللہ عنہ فصلی بھم الجمعۃ۔ علامہ بحر العلوم رسائل الارکان میں یہی واقعہ ان
لفظوں میں نقل فرماتے ہیں ثم الصحابۃ اقاموا الجمعۃ فی زمان فتنۃ امیر المومنین عثمان وکان
ھو اماما حقا محصورا ولم یعلم انہ طلبوا منہ الاذن بل الظاہر عدم الاذن لان ھؤلاء
الاشقیاء من اہل الشر لم یرخصوا فی ذالک فعلم ان اقامۃ الجمعۃ غیر مشروطۃ عندھم
بالاذن ولعل لھذہ الواقعۃ رجع المشائخ عن ھذا الشرط فیما تعذر فیہ الاستیذان
من الامام وافتوا بانہ ان تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی
بھم الجمعۃ جاز کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن التھذیب اھ خلاصہ عبارت بالا کا یہ ہے
کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو امام برحق تھے انکے محصور ہونیکے وقت جمعہ کی نماز کیلئے
صحابہ کرام نے حضرت علی کو امام بنایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عند التعذر بلا اذن امام اگر مسلمان
کسی شخص کو امام مقرر کرکے نماز جمعہ ادا کریں تو جائز ہے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ
سلطان کا ہونا صحت جمعہ کے لئے شرط لازم نہیں ہے۔ بلکہ اولیٰ وافضل ہے ورنہ صحابہ
کرام بلا اذن امام محض اپنی اجازت واتفاق سے حضرت علی کے پیچھے جمعہ نہ پڑھتے۔ اور
ظاہر یہی ہے کہ ان شریر النفس بلوائیوں نے امیر المومنین سے اجازت حاصل کرنے کی
رخصت نہیں دی۔ اور یہی مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی فرنگی محلی عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ
میں ارقام فرماتے ہیں ان اشتراطہ (السلطان) انما ھو علی سبیل الاولویۃ حیث لا
تتعدد الجمعۃ وحیث تعددت فلا حاجۃ الی ذالک وقد کانت اقامۃ شعائر
الاسلام کالجمعۃ والعیدین فی زمان السلف مفوضۃ الی السلطان ومن ینوب منابہ
اور ایسا ہی حضرت شیخ محقق مولنا عبد الحق محدث دہلوی صاحب اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ
فتح المنان فی تائید مذہب النعمان میں ارقام فرماتے ہیں کہ شرط سلطان صحت جمعہ کے لئے
نہیں ہے بلکہ قطع منازعت کے لئے ہے کہ جمعہ وعیدین جم غفیر وجمع عظیم کے ساتھ ادا کیجاتی ہے
اور وہاں خوف فتنہ ہوتا ہے کہ مبادا لوگوں میں تقدیم و تقدم میں جھگڑا ہو کہ ایک کہے میں امام
بنوں دوسرا کہے میں آگے بڑھوں۔ لہذا اگر حاکم ہوگا تو کوئی شور و شر نہ کریگا۔ پس شرط سلطان

محض مصلحت مذکورہ کے لئے ہے۔ نہ اسلئے کہ سلطان نہ ہو تو جمعہ ہی ادا نہ ہو۔ چنانچہ صاحب ہدایہ کی عبارت کا ماحصل ذکر کرکے فرماتے ہیں قولہ لا تجوز اقامتها الا للسلطان او لمن امره السلطان لانها تقام بجمع عظیم وقد تقع المنازعة فی التقدم والتقدیم وقد تقع فی غیره فلا بد منه تتمیما لامرها۔ انتهی هذا تقریر الهدایه وظاهره یفید الاولویة والاحتیاط عقلا لا الاشتراط وعدم جواز الصلوة بدونه شرعا۔ انتهی ملخصا۔

اور یہی علامہ ملک العلماء بحر العلوم مولانا عبد العلی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ رسائل الارکان میں تحریر فرماتے ہیں لم اطلع علی دلیل یفید اشتراط امر السلطان وما فی الهدایة رای لا یثبت به الاشتراط لاطلاق نصوص وجوب الجمعة ثم هذه المنازعة تندفع باجماع المسلمین علی تقدیم واحد او کما فی جماعة الصلوات عسی ان تقع المنازعة فی تقدیم رجل لکن تندفع باجماع المصلین فکذا فی الجمعة۔ خلاصہ ترجمہ عبارت بالا کا یہ ہے کہ ایسی کوئی دلیل نہیں جو سلطان کی شرط کو مفید ہو۔ اور صاحب ہدایہ نے جو فرمایا ہے وہ انکی رائے ہے وہ دلیل اشتراط نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وجوب جمعہ کی نصوص مطلق ہیں۔ پھر یہ منازعۃ جسکی رفع کے لئے سلطان کی حاجت ہوتی ہے مسلمانوں کے اتفاق سے جب ایک امام مقرر کر لیا گیا تو رفع ہو جاتا ہے۔ جیسے پنجگانہ نمازوں میں ایک امام پر سب نمازی متفق ہو جاتے ہیں اور کوئی جھگڑا نہیں ہوتا۔ اسیطرح جمعہ وعیدین میں جب ایک شخص کو امام مقرر کر دیا گیا تو پھر تقدیم وتقدم کا جھگڑا مٹ جاتا ہے لہذا امر سلطان کی شرط صحت جمعہ کے لئے نہیں ہے بلکہ رفع منازعت باہمی کے لئے ہے۔ اور یہی خاتم المحققین امام المدققین امام اہلسنت مجدد دین وملت حامی سنت ماحی بدعت اعلیحضرت مولٰنا مولوی احمد رضا خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوے آفریقیہ میں ارقام فرماتے ہیں۔ "اسلامی بستی وہ ہے جسکی عام آبادی فی الحال مسلمان آزاد یا زیر سلطنت اسلامی ہے یا پہلے ان دو حالتوں سے ایک پر تھی اب غلبہ کفار ہوا مگر اسکے چاروں طرف اسلامی غلبہ ہے۔ یا یہ بھی نہیں تو جب سے اب تک بعض شعائر اسلام بلا مزاحمت جاری ہیں اگرچہ بادشاہ وحکام سب نامسلم ہوں۔ یہ اس نفیس تفصیل کا خلاصہ ہے جو ہمنے اپنے فتاوی رضویہ میں ذکر کی کہ مقامات چوبیس ۲۴ قسم ہیں۔ ان میں سے سولہ قسمیں اسلامی ہیں اور آٹھ غیر اسلامی۔ بالجملہ اسلامی بستی اگر پرگنہ ہو اور اس میں کوئی ذی اختیار حاکم مسلم خواہ غیر مسلم ہو وہیں جمعہ وعیدین فرض وواجب اور وہیں انکی ادا صحیح وجائز ورنہ نہیں"۔ اھ۔ مولٰنا عبد الحی صاحب لکھنوی عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں سلطان کی شرط رکنیت باطل کر کے ارقام فرماتے ہیں لعلک تتفطن من هذه العبارات ونحوها انه لا شك فی وجوب الجمعة وصحة ادائها فی بلاد الهند التی غلبت علیها النصاری وجعلوا علیها ولاة کفارا وذالک باتفاق المسلمین وبتراضیهم ومن افتی بسقوط الجمعة لفقد شرط السلطان **فقد ضل واضل**

یعنی ان عبارتوں سے تمکو یقین ہو گیا ہوگا کہ وجوب جمعہ اور صحت ادائے جمعہ ہندوستان میں بالکل

شک نہیں جہاں نصاریٰ غالب آگئے اور کافروں کو حاکم بنایا ہے پھر فرماتے ہیں۔ جس شخص نے شرط سلطان کے مفقود ہونے کی وجہ سے سقوط جمعہ کا فتویٰ دیا وہ بے راہ ہوا اور دوسروں کو بے راہ کیا۔ لہذا باتفاق محققین قدیم وجدید جمعہ فرض ہے اور ہندوستان دارالاسلام ہے اور شرائط جمعہ اکثر باتفاق پائی جاتی ہیں فقط سلطان کی شرط نے بعض علماء کو مغالطہ میں ڈالا اور اسی شرط کے نہ پائے جانے کی بناپر وہ جمعہ کی صحت کے منکر ہوئے لیکن اگر وہ ان تصریحات مذکورہ بالا کو ملاحظہ فرماتے تو یقیناً جمعہ کی صحت کا اقرار کرتے مگر ناظرین کرام کو زمانہ حال کے منکرین جمعہ سے چند سوالات کا شافی وکافی جواب طلب کرنا چاہیئے۔ وہ یہ ہیں :-

۱۔ جب تمہارے نزدیک ہندوستان یقیناً دارالحرب ہے تو بلا جبر واکراہ یہاں کیوں بستے ہو۔ اور کابل وغیرہ خالص اسلامی سلطنتوں کو چھوڑ کر دارالحرب ہندوستان میں کیوں جاگزیں ہو ہجرت کیوں نہیں کر جاتے۔

۲۔ جبکہ ہندوستان دارالحرب ہے تو یہاں کے مسلمان اور عام باشندے حربی ہیں یا نہیں۔ اور دارالحرب میں اسلامی ملک کو چھوڑ کر طلب زر ولقمہ تر کیلئے آنا اور یہاں بود وباش اختیار کرنا کیسا ہے۔ نیز یہاں کے باشندوں کے لئے کیا حکم ہے انکو ہجرت کر جانا فرض ہے یا واجب یا سنت۔ پھر اگر فرض ہے تو اسکا تارک مستوجب عقاب وعذاب ہے یا نہیں۔ تینوں تقدیروں پر اسکا مفصل جواب طلب کیا جائے۔

۳۔ جو فضائل جمعہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوئے ہیں اور جو احکام خطبہ ونماز جمعہ کے متعلق کتب فقہ میں مسطور ہیں انپر عملدرآمد ہندوستان میں بھی کیا جاوے یا نہیں۔ اور جو وعید شدید ترک جمعہ پر احادیث میں وارد ہیں جمعہ نہ پڑھنے والا انکا مستحق ہے یا نہیں۔ ۴۔ ظہر کی نماز باجماعت ادا کرنا سنت موکدہ ہے۔ کہ اسکے ترک کی عادت کرنا گناہ ہے۔ پھر ظہر کی جماعت جو یقینی سنت موکدہ بلکہ واجب ہے اسکو تو ترک کیا جائے اور جو نفل محض ہے اسکو اہتمام وتداعی اور جماعت کثیرہ کے ساتھ معہ خطبہ کے قرأت بالجہر کے ساتھ پڑھنے کا کیا ثبوت ہے اور جو لوگ فقط جمعہ کو فرض سمجھکر اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور بعد میں احتیاطی نہیں پڑھتے انکی نماز کے ترک کا وبال کس پر ہے۔ کیونکہ اکثر اشخاص فقط جمعہ پڑھکر چلے جاتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ امام نے فرض کی نیت سے پڑھا ہے ہمارا فرض بھی ادا ہوگیا۔ کیونکہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض ادا نہیں ہوتے تو اس صورت میں کیوں نہ جمعہ کو موقوف کیا جاوے اور ظہر کی جماعت کیوں نہ ادا کیجاوے۔ ۵۔ اگر شوکت اسلامی اور سطوت وطاقت کا اظہار ہی مقصود ہو تو وہ جمعہ کے دن ظہر پڑھنے سے بھی حاصل ہوسکتا ہے لہذا ان تمام سوالات کا جواب مفصل ومدلل بحوالہ کتاب طلب کیا جاوے۔ ورنہ محض اپنی تحقیق پر اڑا رہنا اور خلق خدا کو قسم قسم کے دھوکے دینے سے کیا فائدہ۔ ۶۔ نیز حقہ کا پانی پاک ہے یا ناپاک اگر اسکے چھینٹے کپڑے یا بدن یا برتن پر پڑ جائیں تو کپڑا اور بدن وبرتن پاک ہے یا ناپاک۔ نیز یہ پانی دوا استعمال کرنا بلا اختلاف جائز ہے یا نہیں۔ نیز جس پانی میں گندھک یا ہینگ یا مٹی کے تیل کی بو آتی ہو یا لہسن وپیاز کی بو آتی ہو ایسے پانی کے استعمال سے وضو وغسل عند الضرورت ہوجاتا ہے یا نہیں جبکہ دوسرا پانی میسر نہ آئے یا اسکو تیمم کرنا چاہیئے۔ اسکا جواب بحوالہ کتاب طلب کیا جاوے + ابوالبرکات سید احمد خطیب مسجد وزیرخان لاہور

ذالک کذالک۔ ابومحمد محمد دیدار علی عفی عنہ امیر انجمن مرکزی حزب الاحناف ہند + اصاب من اجاب۔ ابوالحسنات سید محمد احمد

المجیب مصیب عبید الرضا حافظ محبوب علی لکھنوی - صح الجواب - فقیر محمد رمضان بلوچستانی - ذالک کذالک
وانی مصدق لذالک - فقیر مجددی فضل حسین شاہ گجراتی - اصاب من اجاب عبدالمنان مدرس دارالعلوم حزب الاحناف
الجواب صحیح والمجیب نجیح محمد منور علی مدرس عربی حزب الاحناف - الجواب صحیح - المعتصم بذیل سید الرسل محمد تازہ گل کابلی
ہذا ھو الحق محمد عبدالقیوم ہزاروی + جواب صحیح ہے - عبدالحی ہزاروی + وما بعد الحق الا الضلال غلام قادر ملتانی
صح الجواب مجیب عبدالاحد گجراتی - محمد مسعود احمد خان دہلوی - غلام دین گجراتی - محمد یعقوب سندھی - محمد یعقوب شاہ گجراتی

حررہ ابوالبرکات سید احمد ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور

استفتا

سوال - ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟ جواب مفصل بدلائل عقلیہ و نقلیہ مدلل درکار ہے۔

الجواب - ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ علماء ثلاثہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مذہب پر ہندوستان دارالاسلام ہے ہرگز دارالحرب نہیں کہ دارالاسلام کے دارالحرب ہو جانے میں جو تین باتیں ہمارے امام اعظم امام الائمہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک درکار ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہاں احکام شرک علانیہ جاری ہوں اور شریعت اسلامیہ کے احکام و شعائر قطعاً جاری نہ ہونے پائیں اور صاحبین کے نزدیک اسیقدر کافی ہے۔ مگر یہ بات بحمداللہ تعالیٰ یہاں قطعاً موجود نہیں۔ اہل اسلام جمعہ و عیدین و اذان و اقامت و نماز با جماعت و حج و زکوٰۃ وغیرہا شعائر شریعت بغیر مزاحمت و مخالفت علی الاعلان ادا کرتے ہیں۔ فرائض نکاح رضاع طلاق عدۃ رجعت مہر خلع نفقات حضانت نسب ہبہ وقف وصیت شفعہ وغیرہا تمام معاملات ہمارے شریعت غرا کی بنا پر فیصل ہوتے ہیں کہ ان امور میں حضرات علماء سے فتویٰ لینا اور اسی پر عمل و حکم کرنا حکام انگریزی کو بھی ضرور ہوتا ہے اگرچہ ہنود و مجوس و نصاریٰ ہوں اور بحمداللہ یہ بھی شوکت و سطوت وجروت شریعت علیہ عالیہ اسلامیہ اعلی اللہ تعالیٰ حکمہا السامیہ ہے کہ مخالفین کو بھی اپنی تسلیم اتباع پر مجبور فرماتی ہے والحمد للہ رب العٰلمین۔ فتاوی عالمگیریہ میں سراج وہاج سے نقل کیا اعلم ان دار الحرب تصیر دار الاسلام بشرط واحد وھو اظھار حکم الاسلام فیہا یعنی دارالحرب صرف ایک شرط کے پائے جانے سے دار الاسلام ہو جاتا ہے اور وہ حکم اسلام کا ظاہر ہونا ہے۔ پھر سراج وہاج میں صاحب المذہب سیدنا ومولٰنا محمد بن الحسن قدس سرہ کی زیادات سے کہ وہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے نقل کیا انما تصیر دار الاسلام دار الحرب عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ بشرائط ثلٰث احدھا اجراء احکام الکفار علی سبیل الاشتہار وان لایحکم فیہا بحکم الاسلام۔ یعنی امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک تین شرطوں سے دار الاسلام دار الحرب ہو جاتا ہے۔ اول احکام کفار کا علی الاعلان مشتہر ہونا۔ دوم اسلامی احکام و شعائر کا مطلقاً اجرا نہ ہونا۔ اور ہندوستان میں بحمداللہ تعالیٰ ایک شعار نہیں بلکہ بکثرت احکام و شعائر اسلام بلا مزاحمت جاری ہیں لہٰذا جس جگہ کلیۃً احکام کفر ہی جاری ہوں اور شعائر اسلام و احکام شریعت مطلقاً جاری نہ ہوں وہ دار الحرب ہے اور جہاں بعض احکام کفر و شرک اور بعض احکام اسلام بلا مزاحمت جاری ہوں وہ ہرگز ہرگز دار الحرب نہیں۔ یہ ہی مراد و مفاد ہے درر غرر و تنویر الابصار و در مختار و مجمع الانہر وغیرہ کا۔ چنانچہ فصل استیمان الکافر میں صاحب بدائع صنائع فرماتے ہیں وظاھرہ انہ لو اجریت احکام المسلمین واحکام اھل الشرک لاتکون دار حرب اھ۔ وفی الحلیۃ الطحطاویۃ علی الدر المختار

قولہٗ باجراء احکام اہل الشرک ای علی الاشتہار و ان لا یحکم فیہا بحکم اہل الاسلام ہندیہ وظاہرہ انہ لو اجریت احکام المسلمین و احکام اہل الشرک لا تکون دار الحرب الخ الحاصل ہندوستان کے دار الاسلام ہونے میں شک نہیں حیرت ہے کہ بعض ابن الوقت اس ملک کو دار الحرب بھی ٹھہرائیں اور باوجود قدرت و استطاعت ہندوستان سے ہجرت نہ فرمائیں بلکہ ہجرت کر کے پھر حصول زر و لقمہ تر کے لیے واپس آئیں اور یہاں کے لطف و مزے اڑائیں اور بآرام تمام مسجدوں میں بسر فرمائیں اور پھر دار الحرب کہتے نہ شرمائیں۔

یہ مجملاً بقدر ضرورت نقل کیا گیا ہے جس سے مسئلہ معلوم ہو جاوے۔ اگر تفصیل دلائل عدیدہ دیکھنی ہو تو رسالہ "اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام" مصنفہ امام اہلسنت اعلیحضرت عظیم البرکت قبلہ رضی اللہ عنہ ملاحظہ فرمائیں۔ فقط حررہ العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی ابو البرکات سید احمد غفرلہ ناظم مرکزی انجمن حزب اللہ

دار العلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند کی طرف سے خالص العقیدہ حنفی علماء برائے محافظت اسلام پیدا کرنے کے لئے جاری ہے جس سے بتعداد کثیر علماء فارغ التحصیل ہو کر نکل چکے اور تعلیم پا چکے ہیں ایسے نازک وقت میں جس قدر علماء حقانی کی ضرورت ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ ان طلباء کے مصارف روزمرہ کے علاوہ روٹی۔ کپڑا اور خرید کتب انجمن کے ذمہ ہے مصارف روز بروز بڑھ رہے ہیں اور انجمن اہل کرم کے دست کرم کو دیکھتی ہے

گوشوارہ آمد و خرچ از ماہ فروری ۱۹۳۳ء تا ۳۰ ستمبر ۱۹۳۳ء مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور

نام ماہ	بقایا سابقہ	آمدنی [illegible]	آمدنی [illegible]	آمدنی [illegible]	طلباء	آمدنی [illegible]	آمدنی [illegible]	میزان	خرچ [illegible]	خرچ [illegible]	خرچ [illegible]	طلباء	خرچ [illegible]	خرچ [illegible]	میزان	بقایا رقم
فروری ۱۹۳۳ء	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	.	.	.	[illegible]	[illegible]
مارچ "	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	عہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	.	.	.	[illegible]	[illegible]
اپریل "	[illegible]	[illegible]	.	.	[illegible]	[illegible]	عہ	[illegible]	[illegible]	.	[illegible]	.	[illegible]	عہ	[illegible]	[illegible]
مئی "	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	عہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	.	[illegible]	عہ	[illegible]	[illegible]
جون "	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	.	[illegible]	عہ	[illegible]	[illegible]
جولائی "	[illegible]	[illegible]	[illegible]	.	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	.	[illegible]	عہ	[illegible]	[illegible]
اگست "	[illegible]	[illegible]	.	[illegible]	.	.	عہ	[illegible]	[illegible]	.	[illegible]	.	[illegible]	عہ	[illegible]	[illegible]
ستمبر "	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	.	[illegible]	[illegible]	[illegible]	.	[illegible]	.	[illegible]	عہ	[illegible]	[illegible]

نوٹ۔ [illegible] کی حساب سابق میں غلطی ہو گئی تھی اسکو درست کر کے یہاں میزان میں جمع کر دیا گیا ہے۔ [illegible]

اسکول [illegible] انجمن حزب الاحناف [illegible]

کیفیت	[illegible]
بقایا	[illegible]
خرچ (?)	[illegible]
آمدنی	[illegible]
ماہ	جنوری، فروری، مارچ، اپریل، مئی، جون، جولائی، اگست، ستمبر

[illegible]

العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی [illegible]

محمد [illegible] الاحناف ہند لاہور